

حضرت مولانا نور عالم ظلیل امینی

رئیس تحریر الداعی و استاذ ادب عربی دارالعلوم دیوبند انڈیا

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دشمنانِ وقت کی طرف سے محاذوں کی تکثیر اور اسوۂ نبی اکرم ﷺ

ہم مسلمانوں کے لئے کائنات کی ہر چیز کی طرح دنوں اور سالوں کے الٹ پھیر اور ان کی آمد و رفت میں بھی بے پناہ عبرت کا سامان موجود ہے۔ ہجری سال کی آمد نو تو بہ طور خاص حق و باطل کی معرکہ آرائی میں حق کی جیت کے تعلق سے فیصلہ کن موڑ اور باطل کی یقینی شکست کے واضح اور غیر مبہم اشارے کی یاد تازہ کر جاتی ہے اور فرزندِ انِ حق کو یہ یاد دہانی کر جاتی ہے کہ شرکی باوصصہ باطل کی دندانہٹ، کفر کی بلا خیز آندھی اور باغیانِ خدا و فرماں بردارانِ شیطان کی کرتب بازیوں و فسوں طرازیوں کے ہمہ گیر بھگڑوں کے باوجود جن سے بہت سی مرتبہ بہ ظاہر ایسا محسوس ہوتا کہ حق کا خیمہ ہمیشہ کے لئے اکٹرا جائے گا اور خیر کا وجود درہم برہم ہو جائے گا اور اس کے ہم نواؤں کے تمام کئے دھرے پر ہمیشہ کے لئے پانی پھر جائے گا، انہیں مایوسی اور ناامیدی کے آگے سپر انداز نہیں ہونا چاہیے۔ کہ باطل کی انتہائی شرانگیزی اس کی حرکت مذہبوحی ہوا کرتی ہے کیونکہ اس کا نصیبہ ہی شکست خوردگی اور بالآخر زریہ ہو جانا ہے۔

حق و باطل کی آج کی کش مکش کوئی نئی بات نہیں۔ یہ کش مکش دونوں کے درمیان اسی وقت سے جاری ہے جب سے دونوں کا وجود ہے اور آئندہ بھی اس وقت تک جاری رہے گی جب تک دونوں کا باہم پایا جانا خدا کو منظور ہے۔ کش مکش کا رنگ و آہنگ زمانے اور جگہ کی تبدیلی کی وجہ سے تبدیل ہوتے رہیں گے لیکن کش مکش کی حقیقت تبدیل نہ ہوگی۔ بعض دفعہ ایسا محسوس ہوگا کہ باطل کا حملہ بے نظیر ہے اور ایسا بھرپور ہے جس کی ماضی میں نظیر نہیں ملتی، لیکن درحقیقت باطل کی یورش ہمیشہ ہی انتہائی قوت کے صرغے پر مبنی ہوگی۔ زمانے اور جگہ کے فریم میں وہ ہمیشہ غیر معمولی ہوتی ہے۔ دوسرے زمانے کے تناظر میں وہ معمولی معلوم ہوتی ہے۔

بہر صورت حق کے ساتھ باطل کی لڑائی کل بھی جاری تھی آج بھی جاری ہے۔ کل تیر و تنگ اور سیف و سنان کا زمانہ تھا آج توپ و ٹینک، میزائل اور بم فضائی کارزار اور سائنس کے بازار کا زمانہ ہے لہذا یہ کہنا صحیح نہ ہوگا حق کے ساتھ باطل کی کل کی جنگ آسان، ہلکی اور قابلِ تسخیر تھی اور آج کی جنگ بہت سخت گمبھیر اور ناقابلِ تسخیر ہے، کل کے چوکھٹے میں کل کی جنگ آج کے آسان، ہلکی اور قابلِ تسخیر تھی اور آج کی جنگ۔ کل حق کا دفاع

کرنے والے کل کے لوگ تھے۔ اور آج حق کا دفاع کرنے والے آج کے لوگ ہیں۔ حق کی کل کی جنگ اہل حق نے جیت لیا تھا، آج کی حق کی جنگ بھی اہل حق بالاخر جیت لیں گے ان شاء اللہ لیکن شرط یہی ہے کہ کل کے اہل حق ہی کی طرح آج کے اہل حق میں اخلاص، جذبہ قربانی اور ایثار کی فروانی ہو ورنہ جنگ کا دورانیہ طویل آزمائش کی گھڑی دراز جیت کا موقع موخر، نقصان کا احتمال زیادہ اور صبر کے امتحان کی مدت قدرے طویل ہو جائے گی جس کی وجہ سے بادی النظر میں ایسا محسوس ہوگا کہ باطل فتح مند اور حق شکست خوردہ ہو گیا ہے اور باطل پرستوں کی طرف سے اہل حق کو دل خراش طعنوں اور خدائے حکیم کی طرف سے اصلی و نقلی ایمان کی پرکھ کے عمل سے گزرنا ہوگا جو بہت سی دفعہ قلیل الصبر حق پرستوں کے لئے بہت مشکل ثابت ہوگا۔

اسلام دشمن طاقتیں آج اسلام کے خلاف متحد ہو کر اس طرح اس پر ٹوٹ پڑی ہیں کہ ہر خاص و عام کی زبان پر ہے کہ اسلام کے خلاف اس کے دشمنوں کی ایسی یگانگت، ایسا اتحاد ایسی یک جائی کی مثال ماضی میں نہیں ملتی۔ اسلام سے لڑنے، اس کا چچھا کرنے، اس کو گھیرنے اور ہر طرف سے اس پر راہ بند کر دینے کی ہر تدبیر سے کام لیا جا رہا ہے ہر ذریعے کو آزمایا جا رہا ہے۔ ہر طریقہ پیکار کو استعمال کیا جا رہا ہے اور ایک کے بعد دوسرا محاذ کھول کر فرزند ان اسلام کو ہر محاذ پر مشغول کر کے ان کی طاقت کو منتشر کر دینے اور فیصلہ کن اور آخری مزاحمت سے انہیں باز رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ فرزند ان اسلام غافل اور محروم استراحت ہیں اور دشمنان اسلام ہمہ وقت مؤفکر و عمل ہیں۔

محاذوں کی تکثیر اور جنگی کارروائیوں کے مراکز کا تنوع، اسلام سے برسر پیکار طاقتوں کے کارگر اور ترجیحی طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے جس پر وہ ماضی میں بھی کار بند رہی ہیں۔ انہیں یقین رہا ہے کہ اگر اسلام کے خلاف لڑی جانے والی جنگ کے محاذ ایک دو ہی رہیں گے تو فرزند ان اسلام کیلئے ان سے ٹھنڈا اور حساب بپاک کرنا آسان ہوگا، لیکن محاذوں کی کثرت اور انکے متنوع ہونے کی صورت میں دشمنان اسلام کے بے زعم اہل اسلام کیلئے ان سارے محاذوں پر ان سے لڑنا آسان نہ ہوگا نتیجتاً وہ شکست کھا جانے، انکے سامنے سرنگوں ہو جانے اور ان کیلئے جیت کو تسلیم کر لینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔

محاذ جنگ کی تکثیر اور اسکو تنوع بہ نوع کرنے کی پالیسی پر ہی آج اسلام دشمن طاقتیں عمل پیرا ہیں۔ دوسری طرف انہوں نے اپنی صفوں میں اتحاد و یک جہتی کی ایسی مثال قائم کی ہے جو دیدنی بھی ہے اور باعث عبرت بھی۔ باعث عبرت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے درمیان اختلاف و تضاد کے اتنے سارے عوامل پائے جاتے ہیں کہ انہیں کسی بھی حال میں متحد نہیں ہونا چاہیے تھا، بلکہ انہیں ہمیشہ اور ہر طرح متحارب یا متصادم رہنا چاہیے تھا۔ یہ زمانے کی نیرنگی اور اسکے عجائبات میں سے ہے کہ اختلاف کے لاتعداد محرکات کے باوجود صرف ایک محرک یعنی اسلام دشمنی نے انہیں متحد اور متعاون بنادیا ہے۔ انکے عقیدے، مختلف ہیں، رجائات، مسلمات مختلف ہیں، عبادتوں اور پرستشوں کا انداز

مختلف ہے ساتھ ہی ان کے مقاصد و مقادات ان کی نسلوں اور جنسوں رنگوں اور ملکوں، معبودوں اور عقیدتوں کے محوروں میں نہ صرف اختلاف، بلکہ بالکل تضاد پایا جاتا ہے۔ ان میں سے کسی کے بت پتھر کے ہیں، تو کسی کے صنم کٹڑی کے، کسی کے معبود گڑے ہیں تو کسی کے کھڑے کسی کے پڑے ہیں تو کسی کے بیٹھے!۔ لیکن ان کے درمیان ایک قدرے مشترک ہے اور وہ اسلام دشمنی، جس نے سارے تضادات کے باوجود انہیں ایک بنا دیا ہے۔ کیا یہ بات ہم مسلمانوں کیلئے درس انگیز نہیں کہ ہم مسلکوں اور مکاتب فکر کے اختلاف کے باوجود لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قدر مشترک پر متحد ہو کر باطل کو راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیں تاکہ خدا کی کائنات امن کی جنت، سکون کا گہوارہ، راحت کی جا اور انسانیت کی جائے پناہ اسی طرح بن جائے جس طرح کہ خدا نے چاہا ہے اور خدا کے نبی نے جسکو برپا کر کے دکھا دیا ہے۔

معاذوں کی عکسیر کی کارروائی کے ضمن میں ہی، خلافت عثمانیہ کے پرزے اڑائے گئے، جو اپنی تمام غریبوں اور کمزوریوں کے باوجود اسلام اور مسلمانوں کے لئے ڈھال کی حیثیت رکھتی تھی۔ نیز اسی پالیسی کے تحت اللہ پاک کی محبوب و مقدس اور مبارک سرزمین، یعنی مسجد اقصیٰ و فلسطین کی بعثت انبیاء کی سرزمین میں جو خالص اسلامی اور عربی سرزمین ہے۔ اسرائیل کے ناپاک درخت کی زور زبردستی سے اور مکمل ظالمانہ و غاصبانہ طور پر کاشت کی گئی۔ پھر اسرائیل کو طاقتور ترین بنادینے کے لئے کوشش کی گئی کہ وہ عسکری و اقتصادی طور پر خود کفیل ہو جائے، اور باقی ماندہ ارض فلسطین کو ہڑپ کر کے فلسطینیوں کو خانماں برباد کر دے اور جو وہاں رہ جائیں انہیں ہمہ گیر طور پر ”ادب“ سکھاتا رہے اور دوسری طرف اسرائیل کے سامنے کے عربی ممالک اور پڑوسی اسلامی و عربی ریاستوں کو اس درجہ ناتواں، غیر مسلح، بے دم اور بے دست و پا کر دیا جائے کہ اسرائیل جب چاہے ان کے اینٹ کا جواب پتھر سے دے اور ان کی طرف سے فرضی خوف اور عدم تحفظ کے احساس کا ڈھنڈورا پیٹ کر عالمی رائے عامہ بالخصوص یورپ اور امریکہ کی ”ضرورت“ کسے زیادہ ہمدردی اور ہم نوائی اور مادی و معنوی تعاون سے بہرہ ہو رہے۔

نیز اسی پالیسی کے تحت اسرائیل کو کھل کر اس کا موقع دیا گیا کہ وہ باقاعدہ ایٹمک ملک بن جائے اور نیٹو کا نیوکلیر ہیڈس کا مالک بن بیٹھے دوسری طرف دہرے پیمانے کی اساس پر، بلکہ دشمنانہ رویے کے تحت پڑوس کی ہر عربی اور یورپی دنیا کی ہر اسلامی ریاست کو ”ایٹمک غلیل“ کے حصول سے بھی نہ صرف باز رکھا گیا، بلکہ اس حوالے سے محض سوچنے پر بھی نہ صرف یہ کہ بدترین انجام کی دھمکی دی گئی، بلکہ ”خارش زدہ اونٹ“ کی طرح اس کو پوری دنیا سے الگ تھلگ کر دیئے اور اس کی شبیہ کو ایسا مکروہ بنا دینے کی کوشش صرف کی گئی کہ عالمی برادری کو اس سے ہمیشہ کے لئے نگہن آجائے اور اس پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑنے اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کے لئے وقت، مال، سیاست کاری، سفارت کاری، دھونس، دھمکی کا اتنا بڑا اثاثہ صرف کیا گیا کہ اس سے بہت کم اثاثے کے ذریعے دنیا کی ساری بے انصافیوں کا علاج، غربت کا خاتمہ، ناخوشیوں کا خاتمہ، ناانصافیوں کا خاتمہ، استبداد کے خاتمہ کی تلاش اور الجھے ہوئے معاشی

اور سیاسی مسئلے کا معقول اور اطمینان بخش حل ڈھونڈا جاسکتا تھا۔ بشرطیکہ نیت سچی ہوتی، انسانیت کا واقعی درد ہوتا، ظلم سے بچنے کی نفرت ہوتی۔ اسلام دشمنی سے عقل کی بصیرت اور آنکھ کی بصارت سے محرومی کا روگ اہل مغرب اور امریکہ کے لئے علاج بیماری نہ بن گیا ہوتا اور دہرے پن، نفاق اور عصبيت کی تہ بہ تہ تاریکیوں کی وجہ سے ان کے دل اور ضمیر کا چپہ چپہ دبجور کے لئے شرمندگی کا باعث نہ ہو گیا ہوتا۔

اسلام کے خلاف کثیر محاذی ہی کی پالیسی کے تحت بڑے ممالک بالخصوص امریکہ اور یورپ نے اپنے لئے ایک پروگراموں کی تخلیق، تعمیر اور ترقی کو نہ صرف جائز رکھا، بلکہ ان گنت نوع کے جہمی اسلحے اور وسیع تر تباہی کا ہتھیار بنائے اور اہل مشرق بالخصوص مسلمانوں پر انہیں آزمایا اور انہیں اپنا غلام بنائے رکھنے اور ترغیب و تخویف کے ذریعے ان کی دولت کو چونے کے ساتھ ساتھ ان کی تہذیب و ثقافت، تعلیم و تربیت، دین و روایت، طرز زندگی اور نظام حکومت کو مغربی اور امریکی بنادینا کی کوشش کی اور ہنوز کر رہے ہیں۔ اور حکم دیا جا رہا ہے کہ جو کہا جا رہا ہے وہی کرو ورنہ ہم تم سے کروانے کی طاقت بھی رکھتے ہیں۔

دنیا والے امریکہ اور دیگر بڑی طاقتوں سے جن کے پاس زبردست نیوکلیئر پروگرام، نیوکلیئر اسلحے اور تباہ کن عسکری صلاحیتیں اور خالمانہ ریکارڈز اور سابقہ جارحانہ عزائم کا پشمارہ موجود ہے اور جو اپنی غیر معمولی عسکری صلاحیتوں کی وجہ سے ہی پوری دنیا کو روندنے میں لگی ہوئی ہیں اور پاگل پن اور طاقت کے نشے سے چورسانڈ کی طرح ہر توہم ملک، تہذیب و ثقافت اور تاریخ و روایت سے سرنگراتی اور سینگ لڑاتی پھر رہی ہے۔ ان طاقتوں سے دنیا والے یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم کو اگر واقعی انسان کی تباہی اور دنیا کی بربادی کا خوف ستا رہا ہے تو دنیا کے کمزور ملکوں پر نیوکلیئر پروگرام سے دست برداری کے معاہدے پر دستخط کرنے کے لئے زور ڈالنے سے پہلے تم اپنے اپنے تباہ کن نیوکلیئر پروگراموں سے از خود دست بردار کیوں نہیں ہو جاتے۔ تاکہ تمہارا عمل سبھوں کے لئے خود دعوت عمل بن جائے؟ تم دوسروں کو غیر مسلح ہو جانے کی دعوت دیتے ہو اور خود اسلحے کے سب سے بڑے خالق، تاجر، برآمد کنندہ اور ان کے ذریعے ظلم و جارحیت کے سب سے بڑے علمبردار بنے بیٹھے ہو۔ دنیا سب سے زیادہ تمہارے ہاتھوں ہی برباد ہو رہی ہے۔ اور انسانیت کی قبا تمہارے ہاتھوں ہی چاک ہو رہی ہے۔ تم اگر ظلم سے ہاتھ اٹھا لو تو دنیا از خود امن کا گہوارہ بن جائے گی۔ ظلم کے سارے انداز تمہارے ہی تراشیدہ ہیں، بگاڑ کی ساری راہیں تمہی نے دکھائی ہیں، شروفساد کی ساری طرحیں تمہی نے ڈالی ہیں۔ تمہارے زوال کے دور میں انسانیت بد امنی سے نا آشنائے محض تھی، تمہارے عروج نے دنیا کو جنم کدہ بنا دیا ہے۔

الغرض اے امریکہ والو! اور اے فرزند ان مغرب! اور اے بڑے طاقتوں کے برے لقب سے جانے جانے والو! جو ظلم اور نا انصافی کا رمز بن چکا ہے! تم قول و عمل کے تضاد سے جس وقت "شفایاب" ہو جاؤ گے، یہ چھوٹے چھوٹے ممالک از خود راہ راست ہو جائیں گے، یہ ظلم و جارحیت کے پجاری

نہیں ہیں۔ تمہیں شرم نہیں آتی کہ زبردست تباہی کے ہتھیاروں کے طفیل ہی تم نے دنیا پر اپنی چودھراہٹ قائم کر رکھی ہے اور اپنی چودھراہٹ کو دوام اور استحکام دینے کے لئے، کمزور ملکوں کو بالکل قہی مایہ ہو جانے اور اسلامی ملکوں کو تو اور بھی بالکل بے شناخت ہو جانے کی نہ صرف دعوت دیتے ہو بلکہ زور زبردستی سے اپنا حکم ان سے منوانا چاہتے ہو؟! یہ انصاف کی کون سی منطق ہے کہ تم تو پہلے سے زیادہ طاقت ور اور عسکری صلاحیتوں کی افزودگی اور ترقی کے بام عروج پر پہنچ گئے اور تمہارا سفر ہنوز تیز گامی سے اور سامان صد ہزار کے ساتھ خوب سے خوب تر منزل کی طرف جاری ہے اور تم دوسروں سے کہتے ہو کہ ٹھہر جاؤ، رک جاؤ، بیٹھ جاؤ، بلکہ ذلت اور رسوائی کی نیند سو جاؤ؟!

اسلامی ملکوں سے بالخصوص اور دنیا کے دیگر کمزور ملکوں سے جنہیں تم نے اپنی چالاکي سے کمزور رہنے دیا ہے اور ترقی کی راہ پر ان کے چلنے کو ”دہشت گردی“ قرار دیتے ہو، تمہاری لڑائی، کلچر، تہذیب، تاریخ، روایت، مذہب، طرز زندگی اور طرز حکومت کی عصبیت کے ساتھ ساتھ اس لئے بھی ہے کہ وہ ترقی اور اٹھان کی راہ پر چلنے کی محض سوچتے کیوں ہیں؟ جبکہ یہ حق تمہارے بے زعم..... خدا کی طرف سے صرف تنہی کو عطا کیا گیا ہے۔

ذرا دیکھو تو سہی تم نے اسرائیل کے لئے، اس کی برتری کے لئے، عربوں کے بالمقابل اس کی عسکری و اقتصادی طاقت کو دوبالا کرنے کے لئے، انصاف کا کتنا خون کیا ہے؟ بے انصافیوں کی کتنی نئی نئی تفصیلیں اگائیں ہیں؟ طرفداری۔ بے جا کے کتنے نئے نئے اور عجیب عجیب بیج بوئے ہیں اور وعدوں، معاہدوں، الفاظوں اور تعبیروں کے معافی اور مفادیم کو تم نے کس کس طرح بدل کر رکھ دیا ہے؟ حق کا دفاع کرنے والے تمہارے نزدیک دہشت گرد ہیں اور نا انصافی اور ظلم محض کے اساس گزار و طرف دار تمہارے نزدیک دہشت گردی کا شکار ہیں؟ ظالم و غاصب و قاتل و جارج و درندہ صفت اسرائیل تمہارے نزدیک بے گناہ مظلوم ہیں اور مظلوم و مقتول و مجروح اور مصائب گزیدہ فلسطینی تمہاری لغت میں ظالم اور شر پسند ہیں۔ سب کو مسبب کو سبب بنا ڈالنے کی ایسی جرات تمہارے بچا فرعون اور تمہارے جد امجد شیطان کو بھی نہ ہوئی ہوگی۔ قول و فعل کے سارے تضاد اور الفاظ و تعبیرات کی ساری بے آبرویوں کے تمہارے ایسے مجرم آسمان کی آنکھوں اور زمین کی گود نے کیوں دیکھا ہوگا؟!

کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ یہ مغربی ممالک اور امریکہ ڈھیر سارے ایٹمی ہتھیار بنائیں، بناتے جائیں، انہیں ترقی دیتے جائیں، ان کی وجہ سے دنیا والوں بالخصوص مسلمانوں کو اس طرح ڈرائیں جیسے بڑی عمر کے لوگ بچوں کو بھوت اور جن سے ڈراتے ہیں، اور مسلم ملکوں اور دیگر کمزور ملکوں سے کہیں کہ تمہیں کسی طرح کے ”چاقو“ اور ”چھری“ بنانے کا حق نہیں اور اگر تم نے بنانے پر اصرار کیا تو ہم تمہیں نیست و نابود کر دیں گے۔

برطانیہ کے ”ٹائمز“ اخبار نے کچھ دنوں پہلے جو اعداد و شمار شائع کیا تھا، اس کے بموجب دنیا میں اس وقت (۲۳۵۰) ایٹمی ہیڈس ہیں اور امریکہ کے پاس ۱۰۵۰۰ ہیڈس

ہیں۔ امریکہ نے ۱۹۴۵ء میں اپنے نیوکلیئر تجربات شروع کر دیئے تھے۔ برطانیہ کے پاس ۲۰۰ ہینڈس ہیں۔ اس نے اپنا پہلا ایٹمی تجربہ ۱۹۵۲ء میں کیا تھا۔ فرانس کے پاس ۳۵۰ ہینڈس ہیں اس نے پہلا ایٹمی تجربہ ۱۹۶۰ء میں کیا تھا۔ چین کے پاس ۴۰۰ ہینڈس ہیں اس نے پہلا ایٹمی تجربہ ۱۹۶۴ء میں کیا تھا۔ روس کے پاس ۱۸ ہزار ہینڈس اس نے پہلا ایٹمی تجربہ ۱۹۴۹ء میں کیا تھا۔ اسرائیل کے حوالے سے دنیا والوں کو یقین ہے کہ اس کے پاس سینکڑوں ہینڈس ہیں، لیکن چونکہ وہ خود اس کا آقا امریکہ اور اس کا پاسدار مغرب اس کے تعلق سے ایٹمی معاملے میں بہ طور خاص مکمل طور پر رازداری برتتے ہیں اس لئے اس کے ایٹمی ہینڈس کی تعداد کا ذرائع ابلاغ کو صحیح علم نہیں۔ شامی کوریا بھی اپنے پاس ایٹمی ہتھیار کی موجودگی کا مدعی ہے، لیکن عالمی ذرائع کو اس حوالے سے کوئی یقینی بات معلوم نہیں۔ ہندوستان کے پاس بھی چھوٹا سا ایٹمی اسلحہ خانہ موجود ہے، پاکستان کے متعلق جیسا کہ معلوم ہے عالمی طور پر صرف یہ خیال ہے کہ اس کے پاس شاید کچھ نیوکلیئر ہتھیار ہیں، لیکن حتمی طور پر کچھ معلوم نہیں، لیکن امریکہ، اسرائیل اور مغرب اور ان کے دم چھلوں نے پچھلے دنوں پاکستان اور اسکے ایٹمی پروگرام کے خالق عبدالقدیر خان کے خلاف جس طرح شور برپا کیا، اس سے عالم اسلام کے ضمیر کو زبردست ٹھیس پہنچی اور مسلم ائمہ کو یقین کرنا پڑا کہ ساری دنیا کی اقوام مل کر یقیناً ایک فریق ہیں اور امت مسلمہ دوسرا فریق ہے۔ اور اس کو یقین کرنا پڑا کہ الکفر ملتہ واحدة واقعی ایک زندہ ناقابل تکذیب اور ہزاروں سچائیوں کی ایک سچائی ہے۔ ابھی یہ شور تھا نہیں تھا کہ امریکہ اس کے لے پالک اسرائیل اور برطانیہ اور دیگر یورپی ممالک نے زور شور سے ایران کے ایٹمی پروگرام کا مسئلہ چھیڑ دیا، جبکہ ایران نے زیادہ سے زیادہ صرف یوروئیم کی افزودگی کا کام ابھی بھی صرف امریکہ اور مغرب کے چھیڑنے، گھیرنے اور چڑھانے اور جنگ کی کھلی دھمکیوں کے بعد ہی شروع کیا ہے۔ اس نے بار بار یہ دہرایا ہے کہ اس کا ایٹمی پروگرام صرف مثبت اور غیر فوجی مقاصد کے لئے ہے۔ اور اس کا ارادہ ہتھیار بنانے کا ہرگز نہیں ہے، لیکن امریکہ اور مغرب کی صرف ایک ہی رٹ ہے کہ ایران ایٹمی ہتھیار بنا رہا ہے۔ اور ہم اس کو کسی طرح بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ ظاہر ہے کہ امریکہ کے ایران کے خلاف محاذ کھولنے اور ایران کو ہار مان لینے کے لئے ہر طرح کا دباؤ ڈالنے کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ ایران کو مسلم ملک کے خانے میں رکھا جاتا ہے۔ اور وقتاً فوقتاً زبانی جمع خرچ کے طور پر اسرائیل کو چیلنج کرتا رہتا ہے۔

بہر کیف شنبہ ۴ فروری ۲۰۰۶ء (۵ محرم ۱۴۲۷ھ) کو عالمی ذرائع ابلاغ یہ خبر دے چکے ہیں کہ دنیا کے ۲۷ ممالک جن میں ہندوستان بھی شامل ہے ایران کے ایٹمی پروگرام کے مسئلے کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں لے جانے کے حق میں ووٹ دے چکے ہیں۔ امریکہ جس طرح عراق اور افغانستان پر قبضے کے بعد ایران اور شام کے پیچھے ہاتھ دھوکے پڑا ہوا ہے۔ اس سے سیاسی مبصرین اور عالمی حالات کے اکثر ماہرین کو یقین ہو چلا ہے کہ امریکہ ایران اور شام کے خلاف عسکری کارروائی کے لئے تمام ممالک کو اقوام متحدہ کا تعلق

ہے تو سارے باخبر اور حقیقت پسند ذرائع کا اتفاق ہے کہ یہ دونوں عالم اسلام و عالم عرب کی ”تادیب“ کے لئے امریکہ کھپتلی ہیں۔ امریکہ اور مغرب ان دونوں کے ذریعے اسلامی کاؤنٹنصان پہنچانے اور کنزور ممالک خصوصاً عربی اور اسلامی ملکوں پر اپنی چودھراہٹ تھوپنے، انہیں غلام بنائے رکھے اور تیل والے غلبی ملکوں کی دولتوں کو چوسنے کا کام لیتا ہے۔ اگر یہ دونوں ادارے کسی وقت امریکہ کے ہم رائے نہیں ہوتے (جیسا کہ عراق کے مسئلے میں ہوا) تو امریکہ ان کی پروا کئے بغیر وہی کرتا ہے جو اس کو کرنا ہوتا ہے۔

امریکہ میں اسٹیج کیا گیا ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے دھماکوں کے واقعات کا ڈرامہ اور اس کی اساس پر ”دہشت گردی کے خلاف امریکہ کی جنگ“ اور اس کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کا عالمی پیمانے پر شکار اور سارے اسلحہ اور سامان ہائے جنگ اور لشکر جہاز کے ساتھ ہر اسلامی ملک پر یکے بعد دیگرے دھاوا اور ہر ایک کو طرح طرح سے مجبور کرنا کہ وہ اپنے ہاں نصاب ہائے تعلیم، طرز معاشرت اور معیشت، نظام حکومت وغیرہ میں یہ بجلت تبدیلی لائے نیز ہر اسلام پسند اور دیندار مسلمان کو ”دہشت گرد“ قرار دے اور ہر دینی عالم کو ”بنیاد پرست“ باور کرے اور ہر دینی مدرسے اور اسلامی یونیورسٹی کو دہشت گردی کا ڈامانے اور ہر وفاقی ادارے اور انجمن کو دہشت گردی کی مؤید اور مالی مدد دینے والی تصور کرے اور اصلی اور صحیح اسلام کو دہشت گردی تسلیم کرے اور ایک ایسا ”معتدل“ اسلام معرض وجود میں لائے جو زمانے سے ہم آہنگ اور امریکہ، اسرائیل، عالمی صہیونیت اور صہیونیت سے آئینتہ مسیحیت سے ہمدردی رکھتا ہو، جس کو صرف منافع اور مرتد ہی گوارا کر سکتا ہے اور سچا پکا مسلمان جس کا دل اللہ و رسول کی محبت اور دینی حمیت اور اسلامی غیرت سے لبریز ہو، ہرگز گوارا نہیں کر سکتا۔ یہ ساری پالیسیاں بھی اسلام کے خلاف تکثیر محاذ ہی کا حصہ ہیں۔

اسی طرح تکثیر محاذ ہی کا تسلسلہ وہ پالیسی ہے جو امریکہ نے مسلم عوام کو دین بیزار کرنے، جہاد کی تنبیخ کا عقیدہ مان لینے، نبی ﷺ کی تکذیب پر آمادہ کرنے وغیرہ کے لئے ”الفرقان الحق“ کے نام سے عربی اور انگریزی میں شائع کر کے برپا کی ہے۔ کتاب کو پڑھنے سے جہاں ایک عربی داں کو اس کی عربی سے گھن آتی ہے وہیں یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ امریکہ، اسرائیل اور ان دونوں کی پشت پناہ طاقتیں سب سے زیادہ اسلام کے تئیں مسلمانوں کی جانثاری سے ہی خائف اور فکر مند ہیں۔ انہیں یہی خدشہ ہر وقت بھوت کی طرح رگیدتا رہتا ہے کہ اسلام کے یہ متوالے فلسطین، افغانستان، عراق اور دیگران جگہوں کی طرح جہاں وہ یہ باور کر لیتے ہیں کہ محض خدائے واحد کی پرستش کے گناہ کی وجہ سے ان پر عرصہء حیات تک کیا جارہا ہے۔ اگر یہ ہر جگہ جان کی بازی لگانے اور اسلام کی عزت و ناموس پر مرٹنے کے لئے سر سے کفن باندھ کے اٹھ کھڑے ہو گئے تو ہم پاسداران بتان ہزار نوع کے لئے زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے کوئی ٹھکانہ نہ ہوگا، اسی لئے فرزند ان تالیث دیہود بت پرستوں نے ہمیشہ جہاد کے بطلان اور مسلمانوں کے دلوں میں اس عقیدے کی بیج کئی پر سب سے زیادہ زور صرف کیا ہے۔ یقیناً اسی لئے حدیث پاک میں انتہائی شدت کے ساتھ

جہاد کے قیامت تک باقی رہنے کی بات کہی گئی ہے۔ الجہاد ماضی الیوم القیامۃ جس سے اس کی منسوخی کی بات کہنے والے خود شکے ہو جاتے ہیں اردوان کا ملت اسلام سے خارج ہونا از خود عیاں ہو جاتا ہے۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی اور آپ کی تحقیر و توہین پر مشتمل ڈنمارک اور مغرب کے ملکوں میں کارٹونوں کی اشاعت اور دفاع آزادی اظہار کے بہانے اس پر اصرار اور ہر طرح کے نقصانات کو اس حوالے سے برداشت کر لینے کے عزم کا اظہار اور کارٹون کے تخلیق کار کا صاف لفظوں میں بار بار یہ کہنا کہ اس نے یہ کارٹون بالقصد اور سوچ سمجھ کر اس عقیدے اور ایمان کی توجہ جانی کے لئے بنائے ہیں کہ اسلام کے نبی ﷺ واقعی دہشت گرد دہشت گردی کے معلم اول اور اس مذہب کے بانی تھے جس کی بنیاد ہی دہشت گردی پر ہے۔ نیز یورپ اور امریکہ میں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف ایسی فلموں کی تیاری اور نمائش جن سے اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ مغرب کی نسل نو کے ذہنوں میں انتہائی خراب اور قابل نفرت بنتی ہو اور بالآخر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دلوں میں ناپسندیدگی اور عداوت پیدا ہوتی ہو اور یہ یقین راسخ ہوتا ہو اور یہ تصور عام ہوتا ہو کہ مسلمان وحشی، درندہ صفت اور غیر مہذب اور ناآشنائے رواداری و وطنساری لوگ ہیں اور اسلام دور از کار اور فرسودہ مذہب ہے جو آج کی دنیا میں کوئی کردار ادا نہیں کر سکتا۔

یہ اور اس طرح کی ان گنت باتیں اور اقدامات جو مغرب اور امریکہ کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بے تکان کئے جا رہے ہیں اور ایک کے بعد دوسرا شوشہ چھوڑا جا رہا ہے اور ایک کے بعد دوسری حکمت عملی رو بہ عمل لائی جا رہی ہے اور کسی وقت ٹھہرنے سانس لینے ذرا سا وقفہ دینے کی نوبت نہیں آتی۔ ان ساری باتوں کا مقصد وہی ایک کے بعد دوسرا محاذ کھولنا ہے۔ تاکہ مسلمان اس میں بری طرح الجھے رہیں کہ دفاع کے سوا ان کے پاس اقدام کی کوئی فرصت نہ ہو اور تعمیر جہاں، خلافت ارضی، جہاں بنی، اصلاح انسانیت اور افادہ عام کا وہ کام نہ کر سکیں جو ان کے دینی وجود عقائدی ساخت اور خیر امت کی حیثیت سے ان کی تخلیق کا اصل مقصد ہے۔

یہاں ہم مسلمانوں کو یہ یاد رکھنا ہے کہ حق کے خلاف باطل کی سعی پیہم، محاذوں کی تکثیر اور معرکوں کی تنوع کاری کوئی نئی بات تھی نہ ہے اور نہ آئندہ ہوگی۔ باطل کے ضمیر کی گہرائی میں اپنی فیصلہ کن آخری شکست کا ایک جادواں یقین موجود ہوتا ہے اور اس کے لاشعور میں اس کا واضح شعور محمول رہتا ہے کہ اس کی ”تغیر“ میں خرابی کی ایک صورت ضرور مضمر ہے اس لئے وہ ہمہ وقت حق سے لرزاں اور ترساں رہتا ہے اور اس کے خلاف تگ و تاڑ کی ایسی کھپ برونے کا رلاتا ہے جو اس کے نزدیک مقدار اور معیار دونوں اعتبار سے حق کی کوششوں سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ حق کو اپنے حق ہونے کا یقین اور نتیجتاً دیر یا سیر آخری فتح سے بہرہ یاب ہونے کا واضح احساس اس کو جدوجہد کی آخری حد پار کر لینے سے روک رکھتا ہے۔ اس لئے وہ قدرے مطمئن اور غارغ الحال رہتا ہے جو جدوجہد عمل کی اس خاک دنیا میں مناسب

نہیں، اسی لئے بعض دفعہ وقتی طور پر ہی سہی باطل ”جیت“ اور حق ”ہار“ جاتا ہے جو عام اور ظاہر میں لوگوں کے لئے نہ صرف دور رس نتائج کا حامل ہوتا ہے، بلکہ بڑی آزمائش کا ذریعہ بھی ہوتا ہے۔

باطل کی یہ تکثیر اور توسعی پالیسی کا تسلسل ہے جو اس نے اسلام کے آغاز میں، اس کو نیست و نابود کر دینے کے لئے اپنائی تھی۔ قریش نے اسلام کو اس کی گود یعنی مکہ مکرمہ، اس کے تنگوبنی دور یعنی مکہ مکرمہ کے اس کے ۱۳ سالہ دورانیے، پھر اس کے دار اور اس کی جائے قرار یعنی دور مدینہ منورہ اور اکناف بلاد عرب میں اس کی ترویج کے پورے سفر میں، ترغیب و تحویف، ایذا و تعذیب، ملک بدری و دلیس سے بہ جبر اخراج، لڑائی اور نسل کشی، مثلہ کرنے اور کلیجہ چبانے کے عمل، سازش و ہلاک بندی، پروپیگنڈہ اور جھوٹ سچ کی صنعت گری اور ہر تدبیر کے ذریعے اسلام کی یقینی عیاں اور روز روشن کی طرح واضح پیش قدمی کی راہ روکنے کی کوشش (جس کا ریکارڈ میں آنے والی تفصیل سے سیر و معازی اور اسلامی تاریخ کی متعدد الا جزا کتابیں بھری ہوئی ہیں) کے ذریعے کون سا حربہ ہے، جس کو اس نے نہیں برتا، اور کون سی کوشش ہے جس کو اس نے آزمانے سے گریز کیا ہے؟!

قریش اور ان کے ہم عصر وہم مذہب و شریک درد مشرکین کے لئے کسی نہ کسی درجے کی جیت، خواہ وقتی سہی، اسلام کے سیل رواں کو روک دینے کے لئے، جو ہر رکاوٹ کو عبور، ہر چٹان کو پاش پاش اور اس کی راہ میں گھڑی کی گئی ہر پر شکوہ دیوار کو پار کر کے، ہر ”خس و خاشاک“ کو بہائے آگے بڑھتا جا رہا تھا، حاصل ہو سکتی تھی اگر اس سیل رواں کا جاری کنندہ محمد ﷺ کے سوا کوئی اور شخص ہوتا، جن کی ثابت قدمی سے پہاڑ نا آشنا اور جن کی حوصلہ مندی اور صبر سے چوٹیاں بھی نابلدہ اور جن کے جوش و جذبے اور زور آوری و روانی سے کسی سیل کو بھی سابقہ ہوا اور نہ ہوگا۔ آپ کی ثابت قدمی کے سامنے کفر و شرک اور ظلم و جارحیت کی ساری طاقتیں ڈھیر ہو گئیں۔ اور ان کا لشکر جرا بے پناہ سامانِ ضرب و حرب، تدبیر و تفنن، کمروسیہ کا ری، نفاق اور دُہراپن (اسلام کے خلاف ان کی ساری عسکری و غیر عسکری جنگوں میں، جن کے ذریعے انہوں نے اسلام کو دوڑایا) انہیں کچھ کام نہ دے سکا اور نازک سے نازک گھڑی میں بھی وہ اسلام کے جن کو بوتل میں نہ کر سکے، تھک ہار کے انہوں نے اپنے ترکش کا آخری تیر آزمانا چاہا، چنانچہ انہوں نے اپنے دارالمشورہ میں جس کو وہ ”دارالندوہ“ کہتے تھے یہ طے کیا کہ ہر قبیلے سے ایک ایک پٹھان و تانوا و خوبصورت و شریف النسب جوان چنیں گے، ہر ایک کو ایک سیف بڑاں تھما دیئے، یہ سب طے شدہ وقت پر رات کے وقت محمد (ﷺ) کے گھر کو آگھیریں گے اور جب وہ گھر سے نکلیں گے تو سب کے سب یکبارگی حملے کے ذریعے ان کا کام تمام کر دیں گے، اسی طرح شرکی شاہ کلید اور فتنے کے سرچشمے سے ہمیشہ کیلئے چھکارا مل جائیگا۔ روز روز کا در و سر ختم ہو جائے گا، محمد کا خون سارے قبائل میں تقسیم ہو جائیگا، بنی عبد مناف سارے قبائل سے انتقام کی تاب نہ لائیں گے۔ سانپ بھی مرجایگا اور لاشی بھی نہ ٹوٹ پائے گی انہوں نے اپنے زعم میں بڑی کامیاب تدبیر سوچی تھی اور اپنے ترکش کے آخری تیر کو آزمانے کا ارادہ کر لیا

تھا، لیکن اللہ تعالیٰ بھی ان کی گھات میں لگا تھا۔ اللہ نے اپنے پیغام رساں فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اپنے نبی محمد ﷺ کو مطلع کر دیا کہ اہل قریش اب یہ کرنا چاہتے ہیں لہذا آج رات تم اپنے بستر پر مت سوؤ۔ اللہ کے بھاء کے بہ موجب سر کا ﷺ ان کے درمیان سے گزرے اور دروازے سے ان کے جتنے سے لکے، لیکن اللہ کی حکمت سے آپ ﷺ کے نکلنے کی انہیں خبر تک نہ ہوئی۔ اللہ نے انہیں اپنے نبی کے دیکھنے سے ناہینا کر دیا اور ایک مٹھی مٹی پر سورہ یسین کی بعض آیتیں پڑھ کے پھونک کر ان کے سروں پر پھینک دی تو وہ ان میں ہر ایک کے سر پر جا پڑی۔ الغرض ”شکار“ اُن کے ہاتھ سے جاتا رہا۔

لیکن باطل کے یہ تجربہ کار نمائندے اور شرک و کفر کے یہ نام ور علم بردار و تاج دار تھک ہار کے بیٹھ نہیں گئے بلکہ انہوں نے اپنے ”شکار“ کا اس کے آخری اور مستحکم و محفوظ کچھار تک پیچھا کیا اور محمد ﷺ اور ان کے دنیا و آخرت کے ساتھ ابو بکرؓ و زندہ یا مردہ پڑ لے آنے والوں کے لئے اتنا بڑا انعام مقرر کر دیا جو اس وقت کے دنیا کے ماضی و حاضری تاریخ کا سب سے قیمتی اور ناقابل فہم تصور انعام تھا یعنی سو سرخ اونٹ کا انعام، عرب میں سرخ اونٹ کم یا ب بلکہ نایاب تھے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ قریشیوں نے کتنا گراں انعام رکھا تھا! اس زبردست انعام نے قریش کے طاقتور دغوش قامت شخص ”سراقہ بن جعشم“ کو بری طرح ورغلا یا کہ وہ حصول انعام کے ساتھ تاریخی شہرت اور پائندہ تذکرے اور وسیع تر عربی معاشرے میں اس نیک نامی سے فائز المرام ہونے کے لئے اس نے انسانی تاریخ کے سب سے بڑے عربی ہاشمی ”مجرم“ اور اس کے وفادار رفیق و ہم راز کو پکڑ لانے کا شرف حاصل کیا ہے محمد ﷺ کے گرد راہ کو پانے کے لئے بیتاب ہو گیا، چنانچہ اس نے تیر و کمان لئے، تلوار کا پر تلا لٹکایا اور تاریخ کی ابدی سمت کی طرف جو سفر دونوں عظیم مسافروں کے نقوش قدم کی پیروی کرتا ہوا ان کا پیچھا کرنے کو مکہ سے روانہ ہوا، اس سمت کے عظیم مسافروں کا پیچھا کرتا ہوا جس کی ابتداء اور انتہا کو صحیح معنی میں خالق کائنات کے سوا کوئی نہیں جانتا جو ہر چیز کا مبداء اور منہا ہے اس مرکز کی طرف سفر کرنے والے دونوں عظیم مسافروں کا پیچھا کرتا ہوا، جو حق کی مکمل اور آخری فتح اور باطل کی فیصلہ کن شکست کا نقطہ بننے والا تھا۔ مسکین سراقہ کو یہ پتا نہ تھا کہ وہ کوشش ناکام کی سمت میں روانہ ہوا ہے، لیکن اس کو جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ اس کی سعی کام یابی سے ہمکنار نہیں ہونے کی جب ان کے قرعہ اندازی کے تیروں نے اس کو یہ باور کرا دیا کہ اس کی اس جدوجہد کی منزل صرف ناکامی ہے، اس سے قبل اس کا گھوڑا دو مرتبہ بری طرح ٹھوکر کھا چکا تھا، جس کی وجہ سے اس کی ٹانگیں زمین میں دھنس گئیں اور سراقہ کی مایوسی اور انتہا باض کا سبب بن کر اس کے مقصد کے حصول کی راہ کو دھندلا نا شروع کر چکی تھیں۔

ناکامی کے یقین کا سایہ جیسے ہی سراقہ کے سامنے گہرا ہو کر خیمہ زن ہوا، اس نے مہاجر اعظم محمد ﷺ سے امان کا وثیقہ طلب کیا اور آپ ﷺ سے ملاقات کی دستاویز مانگی۔ پھر وہ اپنے نشان قدم پر پیچھے لوٹ آیا۔ اس کی اس سفر سے ناکام رجعت کفر کی آئندہ ہمیشہ، یعنی اور ہر محاذ پر شکست کی علامت کی حیثیت رکھتا تھا جس سے یہ اندازہ ہو گیا کہ حق و

باطل کی آئندہ کی ساری کھٹکائیں باطل کی بے انتہا اور بے طرح کھٹکت پر ہی منبج ہوا کریں گی؛ چنانچہ صنادید قریش کی قائم کردہ بڑی سے بڑی رکاوٹوں کو عبور کرتا ہوا اسلام اپنی جادواں فتح کی طرف سیل تیز رو کی طرح محوسفر رہا اور بالآخر عربوں کی سرزمین میں ہمیشہ کیلئے کفر و شرک کا چراغ گل ہو گیا۔ نور اسلام کو بجھانے کی اس کی کوشش خاک میں مل گئی۔

لیکن مشرکین و کفار نے فوراً شکست تسلیم نہیں کر لی اور نہ ہی اسلام کی مزاحمت کے حوالے سے اپنی بے بسی کے اعتراف پر بہ جلد رضامند ہوئے، بلکہ انہوں نے ضد، ہٹ دھرمی اور اپنی مزید ذلت کا سامان بہم پہنچانے کا عمل جاری رکھا۔ گو عظیم و حکیم خدا نے یہ چاہا کہ خود انہیں اور ساری کائنات کو اس حقیقت کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کر دے، کہ وہ ہر محاذ پر ہر معرکے میں ہر تدبیر کے ساتھ ہر تیاری کے باوجود سقوط سے دوچار ہو رہے ہیں، جس سے یہ عیاں ہے کہ اسلام کی جیت جہاں محض ”خود کار“ اور صرف غیبی طاقت، الٰہی قدرت اور ربانی مدد ہی کا فیضان نہیں، وہیں کفر کی کھٹکت بھی محض تقدیر الٰہی اور خدائی ارادے کی دین نہیں، بلکہ اسلام اور کفر کے مابین کھٹکش اور کھٹے ہوئے مقابلے کی اس سنت پر دونوں حقیقتیں مبنی ہیں جو خدا نے اپنی حکمت کے تحت وضع کی ہے، یہی سنت اور اہل خدائی قانون اس بات کا متقاضی ہوا کہ کفر اسلام کی کامیاب مزاحمت نہ کر سکے اور اس کا کام تمام کر دینے کی وہ کوئی چال نفع بخش طور پر نہ چل سکے۔ بلکہ ہر سامان کے باوجود بے سرو سامان ثابت ہو، لیکن پاسداران باطل نے حق پر فتح پانے کے لئے اپنی جان توڑ کوشش میں کوئی کمی نہیں کی، چشم کائنات نے مشاہدہ کر لیا کہ باطل کے ناخدا بھی بہت سے طوفانوں سے نبرد آزما ہوئے اور حق کی طرح باطل نے بھی جسم و جان پر ان گنت زخم کھا کر ہی حق سے شکست کو تسلیم کرنے پر آمادہ ہو سکا تھا، تاریخ نے حق سے مقابلے کے معرکے میں اس کی جان کی بازی لگا دیئے کو اچھی طرح ریکارڈ کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ریکارڈ کیا ہے کہ اہل باطل اپنے باطل اور عقیدے کو حق صریح سے زیادہ سچ، سچائی سے زیادہ تابناک اور اپنے افسانے کو حقیقت سے زیادہ کھرا اور محسوس و جود کا مالک سمجھتے ہیں اور اپنے باطل کی راہ میں بعض دفعہ اس درجہ مارنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں کہ اہل حق حق کے لئے بھی نہیں ہوتے۔..... بدراحد خندق، تبوک، اور حنین وغیرہ بڑی اور چھوٹی جنگیں اہل باطل کے باطل پر اصرار اور حق کے مسلسل اور آداری حد تک انکار کی واضح علامتیں ہیں۔ سازشوں کے رچنے، ہلاک بندیوں کا عمل کرنے، گٹھ جوڑ کیلئے فن کاری دکھانے اور شبانہ روز کی تنگ دود میں اہل باطل نے اپنی ہمت کا جو ثبوت پیش کیا، وہ باعث عبرت بھی ہے اور جائے حیرت بھی۔ انہوں نے آخری طور پر اپنے بال و پر کے کتر جانے کا اعتراف تب کیا جب نبی خاتم محمد ﷺ نے انہیں انکے گھر اور اصل قلعہ مکہ مکرمہ میں انہیں جادو چا اور ان کیلئے جائے رفتن رہانہ پائے مانڈن، لیکن نبی رحمت نے انہیں یلکھت معاف کر دیا اور انہیں آزادی اور کسی بھی مواخذے سے مکمل چھٹکارے کا پروانہ عطا فرمایا۔

ہجرت کا عظیم واقعہ ہر سال ہمیں ثبات و اصرار کے ان بہت سارے معانی کی یاد دلاتا ہے، جنہیں ہمارے پیارے نبی ﷺ نے اپنے قول و عمل کے جامع تاج میں ہم کو پہنچایا، آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے مکمل سفر

میں ہر کردار سے ثابت قدمی، عزم راسخ اور استقامت و استقلال کا نمونہ پیش کیا۔ آپ نے کبھی کمزوری دکھائی نہ ہاتھ پر ہاتھ کر بیٹھے نہ باطنی شکست سے دوچار ہوئے نہ معنوی ہار کا احساس کیا نہ ذہنی سقوط کو تسلیم کیا اور نہ کسی بھی مرحلے میں یہ سوچا کہ کفر اور اس کے ہم نواؤں کے شر و فساد، مکاری و چال بازی، دانا ئی و ہشیاری اور تاریک رات میں بھتیوں کے ناپنے سے زیادہ بری طرح موت کے رقص والی جنگوں میں ان کے اپنے سارے جگر پاروں کے ڈال دینے کے عمل کو عبور نہیں کیا جاسکتا اور یہ کہ یہ اہل کفر اپنی ہمت و حوصلے سے ناقابلِ تسخیر محسوس ہوتے ہیں۔ اس لئے ان سے مزاحمت کر کے اپنی جان اپنے مال اپنے سامان اور اپنے وقت کا ضیاع کوئی عقل مندی کی بات نہیں اس لئے ان کی جیت کو تسلیم کر کے کام کی بساط لپیٹ کر کسی اور موقع اور خدائی فیصلے کا انتظار کرنا چاہیے!

رسول خدا ﷺ آغاز سفر سے انجامِ سفر تک ٹھوس ارادے، ناقابلِ تسخیر صبر، آشنائے کمزوری ثابت قدمی اور بے مثال اولوالعزمی کے ساتھ سرگرم عمل رہے۔ ہر طرح کی تکلیف سہتے رہا، ہفتہ، مہینہ اور سال دو سال نہیں بلکہ سالہا سال تک یہاں تک کہ رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے، لیکن وفات سے قبل ہی آپ نے اپنی آنکھوں سے اپنے جہدِ عمل اور صبر و ثبات کا میٹھا پھل چکھ لیا کہ اللہ نے اپنی روشنی کی تکمیل کردی اور باطل کے فرزند ان وفا کیش اس کو اپنے منہوں سے بجھانہ سکے۔ آج کی رات کل کی رات سے کتنی مشابہ ہے؟ کفر کے سارے پنڈے، باطل کے سارے بندے اور

شیطان کے سارے تلاذمہ پوری دنیا میں آج اسلام کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں امریکہ ان کا قائد بنا ہوا ہے، عالمی صہیونت انہیں ہدایت دے رہی ہے، صہیونیت زدہ مسیحیت اور عالمی صنم پرستی اس کے ساتھ کھڑی ہے، سب کے سب آج اپنے سرکش دشمن یعنی اسلام پر ایک جوٹ ہو کر ٹوٹ پڑے ہیں۔ وہ ذلت، خواری اور جگ ہنسائی کے باوجود پشت پھیر کر نہیں بھاگ رہے۔ اور اپنی شکست نہیں مان رہے تو محمد ﷺ کے سپاہیوں یعنی مسلمانوں کو زیادہ لائق ہے کہ وہ سپرد انداز ہوں نہ ہار مانیں نہ کمزور پڑیں نہ سستی دکھائیں اور نہ ان کی مزاحمت سے پیچھے ہٹنے کی سوچیں، یہاں تک کہ انہیں اپنے ”بلوں“ میں چلے جانے اور اپنی ہیرومان لینے پر انہیں مجبور کر دیں۔ یہ تب ہوگا جب انہیں کاری زخم لگے گا، ان کے ضمیر کو صدمہ پہنچے گا اور جان و مال کا اتنا خسارہ انہیں لاحق ہوگا جس کے بعد انہیں زیاں کے احساس پر مجبور ہونا پڑے گا لہذا اے مجاہدین حق! اے جنودِ محمد ﷺ! اے مجرور میں جاہلیت اور باطل کے فرزندوں سے برسرِ پیکار! تم جیسے رہو ڈٹے رہو ثابت قدم رہو اور زخم کھا کر عذابِ جہیل کو تکلیف سہہ کر حق کی پاسبانی سے پیچھے ہرگز نہ ہٹو۔ تقویٰ، خوفِ خدا کے ساتھ تمہاری مورچہ بندی کے سامنے کسی کا بس نہ چل سکے گا۔ مددِ خدا کی دین ہوتی ہے بشرطیکہ تم مدد کی شرط پوری کر لو۔ دشمنانِ خدا کو خوف زدہ کرنے والی تیاری، حکمت عملی اور انہیں ہزیمت دینے والی جرات تمہارا سب سے بڑا پہلا اور کارگر ہتھیار ہے جس کے سامنے باطل کے پاسباں پہلے کبھی ٹھہرے ہیں نہ آج ٹھہر سکیں گے۔ اللہ تمہارا